امام ابو اسحاق الشاطبیؒ کے نظریۂ اجتہاد کا اختصاصی مطالعہ

A Specific Study of Imam Abu Ishaq al-Shatabi's Theory of Ijtihad

Hafiz Muhammad Masood Ahmad
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Division of Islamic & Oriental Learning
University of Education, Lower Mall Campus, Lahore
hmmasood7@gmail.com
Oricid: 0009-0003-4215-7575

Tooba Khalid
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Division of Islamic & Oriental Learning
University of Education, Lower Mall Campus, Lahore
toobanoori17@gmail.com
Oricid: 0009-0003-2759-5745

Siddiqua Aslam Qureshi
Visiting Lecturer Quran Translation,
University of Punjab, Lahore
Email: siddiqua.aslam143@gmail.com
Oricid: 0009-0005-0697-613X

Abstract
The Qur'an is the last inspired book revealed by Almighty Allah to the Holy Prophet ﷺ. The Creator of the universe has made this book the most prestigious in terms of knowledge, sweet in terms of poetry, and eloquent in terms of interpretation and interpretation. It has been considered more beautiful and valuable and revealed it gradually through the mediation of Jibraeel Amin to make mankind aware of the conditions of the previous Ummah which are hidden from sight and to convey information about the hidden things of the heavens and the earth. Also, from this book of Larib, principles and branches of Sharia sciences, Arabic sciences, its various genres and literary arts should be extracted.

Among the Muslim jurists who have particularly influenced the modern Islamic intellectual evolution, Imam Abu Ishaq Ibrahim bin Musa bin Muhammad al-Lakhmi al-Shatabi, the Maliki jurist of Andalus, is very prominent. His legal thought has played a fundamental role in the formation of the modern concept of Islamic law. During the time of Imam Shatbi, many important social changes were emerging. Maliki jurisprudence, which had been staticized by traditionalist jurists, was incapable of guidance in these circumstances.

Ijtihad keeps the religion of Islam fresh and enables Islamic Shari'ah to solve new problems. Ijtihad is the main means of obtaining what God Almighty wants from His creation and guiding the person from his selfish desires to the guidance of mercy and Shariah goals and making him an optional servant of Allah.

Keywords: Mediation, Mankind, Revealed, Arabic Sciences, Ijtihad

تعارف

قرآن حکیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے کریم آقا ﷺ پر نازل کردہ آخری الہامی کتاب ہے۔ خالق کائنات نے اس کتاب لاریب کو تمام مقدس کتابوں میں علمی لحاظ سے معزز، نظم کے لحاظ سے شیریں، خطاب کے لحاظ سے بلیغ تر اور تفسیر و تعبیر کے اعتبار سے حسین تر اور قابل قدر ٹھہرایا ہے اور اِس کو جبرائیل امین کی وساطت سے بتدریج نازل فرمایا تاکہ بنی نوع انسان کو اُمم سابقہ کے اُن حالات سے جو نظروں سے اوجھل ہیں باخبر کردے اور آسمانوں و زمین کی پوشیدہ چیزوں کی اطلاع بہم پہنچائے۔ نیز اس کتابِ لاریب سے علوم شرعیہ کے اُصول و فروع، عُلومِ عربیہ، اس کی مختلف اصناف اور فنون ادبیہ کا استخراج کیا جائے۔

بے شک علم اصول فقہ شریعت مطہرہ کے اہم عُلوم میں سے ہے جس کا حُصول اور حِفاظت امت پر واجب کفایہ ہے، اس وقت تک لوگ اس سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے جب تک عُلماء کی بڑی تعداد ان میں اس علم سے واقف نہ ہو اور لوگ اُن سے اپنی مشکلات اور ذاتی زندگی کے مسائل شریعت کی روشنی میں دریافت نہ کرنے لگے۔

علم اصول فقہ اگرچہ علم وسیلہ [1] ہے لیکن کوئی فقیہ اور مجتہد اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، جمہور فقہاء نے اصول فقہ کی تعلیم اِجتہاد کی شُروط میں گردانی ہے، جبکہ یہ واضح ہے کہ اجتہاد اور تحقیق ہر زمانے میں ضروری ہوتی ہے [2] چنانچہ اصول فقہ اجتہاد کی شروط اور ضوابط میں سے ہے اور اس کا بنیادی وسیلہ ہے، اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے جس کے بغیر واجب مکمل نہ ہوسکے وہ بھی واجب ہوجاتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے اور اس میں مزید تاکید پیدا ہوتی ہے کہ علم اصول فقہ ہی وہ اصل علم ہے جو علم شمولی کے منہاج کا تعین کرتا ہے جو اپنی بنیادوں پر قائم ہے اور اسی کی روشنی میں نصوص شرعیہ اور قرآنیہ وغیرہ کی تفسیر کی جاتی ہے، اسی کی بنیاد پر استنباط کا عمل اور مصادر سے احکام شرعی کا استخراج مکمل ہوتا ہے، اسی طرح اصول فقہ کی بنیاد پر اجتہاد، افتاء اور قضاء کے مسائل مستنبط کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ علم اصولی کا یہ طریقہ کار جو ہمیں اصول فقہ سے معلوم ہوتا ہے، یہی ہمیں درست اجتہاد کی راہوں پر چلنے کی گارنٹی دیتا ہے اور ہر فقیہ کے لیے کئی اعتبار سے اجتہاد کا دروازہ کھولتا ہے۔

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ شریعت کے نصوص محدود ہیں اور ہماری زندگی کے مسائل وواقعات غیر متناہی و لامحدود ہیں، اس لیے یہ ضروری تھا کہ شرعی نصوص کا مطالعہ گہرائی کے ساتھ کیا جائے، انہیں ہر طرح کے ملابسات سے بچا کر دیکھا جائے تاکہ علمی اصولوں، قواعد کلیہ اور عام ضوابط کا استنباط فقیہ کے لیے آسان ہو، وہ اپنی تحقیق کے ذریعے اس کے زمانے میں پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے احکام شرعی کی جانب درست راہنمائی کرسکے۔

یہ سب فقیہ کے لیے علم اصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں، اس کے مباحث قواعد اور کلیات کی تحقیق کے لیے کافی ہیں، اس لیے کہ ان قواعد کی بنیاد فقہاء نے نصوص شرعیہ کو گہرائی سے سمجھنے کے بعد رکھی، یہ قواعد اس کے لیے استنباط اور اجتہاد میں معاون ثابت ہونگے۔

اصولی درحقیقت فقیہ کے لیے راستہ بناتا ہے، اسے سازوسامان فراہم کرتا ہے، علمی مواد دیتا ہے جو فقیہ کے لیے ضروری ہو جس پر وہ ممارست کر سکے، چنانچہ فقہی بحث کی بنیاد اصولی بحث پر ہوتی ہے وہ اسی سے مستنبط ہوتی ہے، جس قدر اصول فقہ کی بحثوں میں ترقی اور وہ پھیلے گی اسی قدر فقہی مسائل میں گہرائی، ترقی اور وسعت آئے گی، یہ دونوں علوم زندگی کے بڑھتے مسائل کی کفالت کرتے ہیں وہ چاہے اقتصادی ہوں، سیاسی، فکری یا پھر ثقافتی وغیرہ۔۔۔ ہماری زندگی کے مسائل حل کرتے ہیں، لوگوں کے فکری، مادی اور اجتماعی استقرار اس میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ان سب کی تحقیق کسی محدود فقہ کے زیر سایہ نہیں ہو سکتی جو کسی سابق فقہی فروع سے ماخوذ ہو جس کی علل زائل ہو چکی ہو، اس کا دور ختم ہو چکا ہو، وہ ماحول بھی نہ رہا ہو جس میں اس کی ضرورت تھی، بلکہ اس کی وہ وجوہات بھی بدل گئی ہوں جس کی بنیاد پر ان فروعات کا وجود تھا۔ اگرچہ ترقی اور گہرائی کی یہ منزل فقہ اور اصول فقہ نے گزشتہ صدیوں میں نہیں دیکھی یا کم از کم ترقی اور تجدید کی اس سطح پر ان کا خیال نہیں رکھا گیا، بلکہ کبھی اس میں اضافہ ہوتا تو کبھی کمی آتی، سب سے زیادہ کمی تقلید کے ادوار میں آئی جس میں مجتہدین اور مجددین نے عزت پائی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ پہلی مثال اور پہلے لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے فقہی مدرسہ سے تعلیم پائی، نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے امت کے معاملات کو خوش اسلوبی سے نبھایا، ہر طرح کی مشکلات کے حل احکام شرعیہ سے بتائے، ان کے زمانے میں جس طرح کے واقعات اور مسائل کا سامنا ہوا وہ قرآن مجید میں منصوص تھے نہ ہی سنت میں ان کا ذکر تھا، چنانچہ انہوں نے قرآن پاک اور سنت سے مستنبط شدہ احکام شرعیہ سے مدد حاصل کی، اور احکام میں نصوص کی تطبیق کا جائزہ لیا اسی طرح مقاصد الشریعہ اور عربی زبان کے فہم اور سلیقہ سے استنباط اور اجتہاد کیا، اسی سے نئے قواعد اور ضوابط تشکیل دیے۔

اسی طریقے پر تابعین اور تبع تابعین نے بھی عمل کیا لیکن ان کے زمانے میں بے شمار نئے مسائل پیش آئے اور اجتہاد کا میدان مزید وسیع ہو گیا، جیسا کہ اسلام عرب سے باہر پھیلا اور غیر عرب مسلمانوں کو عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے عربی زبان کے قواعد صرف ونحو وغیرہ کی بنیاد بنی، اسی طرح مسائل کے استنباط کے قواعد بنے تاکہ شرعی نصوص کا فہم سلیم ممکن ہو، یہاں سے فقہ اور پھر اصول فقہ کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ فقیہ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے اجتہاد کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دینِ اسلام کی حفاظت کے لیے ہر عہد میں ایسے رجالِ کار پیدا فرمائے

جن کے بروقت اجتہادی و تجدیدی کارناموں نے دین اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا اور اسے ہر دور میں قابل عمل قرار دیا۔

جدید اسلامی فکری ارتقاء پر جو مسلمان فقہاء خاص طور پر اثر انداز ہوئے ہیں، اُن میں اندلس کے مالکی فقیہ امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الشاطبیؒ بہت نمایاں ہیں۔ اسلامی قانون کے تصور جدید کی تشکیل میں آپ کی قانونی فکر نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ امام شاطبیؒ کے زمانے میں بہت سی اہم معاشرتی تبدیلیاں ظہور پذیر ہورہی تھیں۔ مالکی فقہ جسے روایت پرست فقہانے جامد بنا رکھا تھا ان حالات میں رہنمائی سے قاصر تھی۔ فقہاء کی فلسفہ اور اصول قانون سے عدم دلچسپی کی وجہ سے کوئی ایسا طریق کار اور اصول سامنے نہیں آرہا تھا جو اسلامی قانون کی بنیادوں کو نقصان پہنچائے بغیر اور اس کی وحدت پر اثر انداز ہوئے بغیر ان نئے حالات کا مقابلہ کر سکتا۔ فقہاء باہمی اختلافات کا شکار تھے۔ وہ ان اختلافات کو اصولی حیثیت دے کر اس سے فقہی جواز مہیا کرتے تھے۔ امام شاطبی کو یہ بات کسی صورت گوارا نہ تھی کہ قانون اسلامی، جس کی اصل ایک ہے، تضادات کا شکار ہو جائے اور ان تمام متضادات بیانات کو شرعی جواز حاصل ہو۔ ان مشکلات کا حل اصول فقہ ہی میں مل سکتا تھا کیونکہ قانون اسلامی اس وقت تک اپنی روح سے محروم اور بے جان رہتا ہے جب تک اس کی فلسفیانہ اور نظریاتی بنیادیں فراہم نہیں کی جاتیں۔ امام شاطبیؒ نے فقہ اسلامی کا از سر نو مطالعہ کیا اور اس کے قرآنی اور سنت نبوی ﷺ کے مصادر اور اصول پر غور کیا اور اس طرح وہ شریعتِ اسلامیہ کے مقاصد اور اسرار معلوم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ امام شاطبیؒ نے فقہ اور اصولوں کو ان کی اصل شکل پر بحالی کی کوشش کی، وہ فقہ اور اصول فقہ میں ایسی گہرائی چاہتے تھے جس میں ہر طرح کے تغیر اور ترقی کے ساتھ سیاسی تبدیلیوں کے ممکنہ اثرات بھی شامل ہوں، یہ سب کچھ نصوص شرعیہ میں گہرے فہم کے بغیر ممکن نہیں، ایسا فہم جو اصولی، فقہی اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ہو۔ ان کی کتاب "**الموافقات**" کی مباحث، علمی مسائل اس بات کے واضح ثبوت ہیں کہ وہ ایک مجتہد اور مجدد تھے۔[3]

اجتہاد کی تعریف

امام شاطبیؒ نے اجتہاد کی تعریف کرتے ہوئے اپنی رائے واضح کی ہے، اور اجتہاد کی تعریف یوں کی ہے:

"**استفراغ الوسع فی تحصیل العلم او الظن بالحکم**" -

"اجتہاد: حکم (شرعی) کا علم یا ظن حاصل کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرنے کا نام ہے۔"

تعریف کی شرح:

استفراغ الوسع: استفراغ اصل میں فرغ سے ہے، فرغ سے مراد ایک ذرع جتنی جگہ ہوتی ہے، یہ شغل کی ضد بھی ہے۔[5]

الوسع: مثلثۃ الواو، یہ تنگی اور پریشانی کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: وسع الشیئ والتسع الوسع کا اطلاق سخاوت اور طاقت پر ہوتا ہے[6]، کہا جاتا ہے استفرغت الوسع یعنی میں نے اپنی ساری طاقت وجد وجہد خرچ کی۔[7]

استفراغ الوسع: یہ تعریف میں جنس جیسی ہے[8] مقصود بالمعرف کے ساتھ یا اس کے علاوہ بھی متعلق ہو سکتی ہے، جیسا کہ فقیہ مجتہد وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔[9]

استفراغ الوسع کا مطلب یہ ہے کہ مجتہد اپنی پوری طاقت اور فہم کو صرف کرے حتیٰ کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہ رہے تاکہ مسائل کے استنباط میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔[10]

سابقہ الفاظ میں ناقص اجتہاد کے اخراج کی طرف اشارہ ہے، یعنی مجتہد کا اس سے بہتر اجتہاد کی استطاعت کے باوجود ایسا نہ کرنا۔[11]

فی تحصیل: یہ حصل کے باب کا افتعال ہے، حصل کا مادۃ اشیاء کے جمع کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے **حصلت الشیئ تحصیلا:** یعنی میں نے اسے جمع کیا، اسی سے کہا جاتا ہے **حوصلة الطائر** یعنی پرندے کا معدہ کیونکہ وہ اس میں جمع کرتا ہے۔[12]

العلم: یہ عَلِم کے باب سے ہے، یہ ایسی چیز کے اثر پر دلالت کرتا ہے جو دوسروں سے اسے ممتاز کرتی ہے، اسی سے علم بھی ہے جو جہل کی ضد ہے، اسی طرح اس کا اطلاق یقین اور معرفت پر بھی ہوتا ہے۔[13]

اصطلاح میں علم کی تعریف پر شدید اختلاف ہے، امام الرازی فرماتے ہیں: "ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ علم تعریف سے مستغنی ہے"۔[14] لیکن علم کی تعریف کسی نے ان الفاظ میں خوب کی ہے کہ: "اعتقاد جازم واقع اور دلیل کے مطابق"۔[15]

الظن: اصل میں ظن سے ہے، یہ دو مختلف معنوں پہ دلالت کرتا ہے: یقین اور شک۔

پہلا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ﴾[16] "جن لوگوں کو خیال تھا کہ انھیں اللہ سے ملنا ہے۔" دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ﴾[17] "بے شک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھوں گا۔"

دوسرا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ﴾[18] "اور تمھارے اسی خیال نے جو تم نے اپنے رب کے حق میں کیا تھا تمھیں برباد کیا۔" دوسری جگہ ارشاد ہے:﴿اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا﴾[19] "ہم تو اس کو محض خیالی بات جانتے ہیں۔"

بعض حضرات نے پہلی قسم کو یقین اور تدبر کے ساتھ خاص کر دیا، جبکہ عیان میں سوائے علم کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔[20]

اصولیین کی اصطلاح میں ظن کہتے ہیں: ایسے دو امور کی تجویز جس میں ایک دوسرے سے مضبوط ہو[21]، اس کے برعکس بھی ایک قول ہے۔[22]

بالعلم اوالظن: اس سے مراد یہ ہے کہ تحصیل علم میں اپنی ساری طاقت خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ صفات، افعال، احکام اور ذوات میں بھی خرچ کرنی چاہیے۔

اس کے ساتھ اعتقاد یقینی جازم کی تحصیل میں یا مجرد ظن میں بھی محنت کرنا شامل ہے۔

او: یہ لفظ یہاں تفصیل کے لیے لایا گیا ہے کیونکہ اجتہاد کا نتیجہ کبھی قطعی ہوتا ہے اور کبھی ظنی۔

بالحکم: الحکم اصل میں حکم سے ہے، یہ کسی کام سے روکنے کی اصل ہے، کہا جاتا ہے حکم بالامر جب کوئی فیصلہ کرلے، حکم فلانا: جب کوئی منع کرے یا کسی کام کا حکم کرے۔ حکم بینہما جب فیصلہ کرے۔[23]

عرف عام میں حکم کہتے ہیں ایک امر کی دوسرے کی طرف اسناد یا اس سے نفی کرنا۔[24]

اصولیین کے نزدیک سب سے مشہور تعریف کے مطابق: اللہ تعالیٰ کا خطاب مکلفین کے افعال کے متعلق اقتضاء یا بالتخییر یا بالوضع۔[25]

حکم کے لفظ سے قید لگانے کا مقصد افعال، صفات اور ذوات کے ظن اور علم کا اخراج ہے۔

البتہ حکم کو مطلق رکھا گیا اسے قید نہیں کیا گیا، جو ان حالتوں سے خالی نہیں ہو سکتا:

پہلا: اس سے مراد حکم شرعی ہو جو اصولیین کی اصطلاح کے مطابق تعریف میں ہے: "اللہ تعالیٰ کا خطاب مکلفین کے افعال کے متعلق اقتضاء یا بالتخییر یا بالوضع"۔ یوں اس کا مطلق چھوڑنا اصولیین کے اعتماد کی بنیاد پر ہو سکتا ہے، جبکہ وہ فن سے متعلق کلام کر رہے ہوں۔

اگر یہ ٹھیک ہوتا ہے تو اس سے غیر شرعی حکم جیسے عقلی، حسی اور عرفی نکل جائے گا

عقلی: جیسے کہا جاتا ہے ایک دو کا نصف ہوتا ہے، جزء کل سے کم ہوتا ہے۔

حسی: جیسے کہا جاتا ہے آگ جلاتی ہے، سورج طلوع ہو رہا ہے۔ عرفی: جیسے کہا جاتا ہے فاعل مرفوع ہوتا ہے۔ نحویین کے عرف میں۔ اور انسان ہوا میں نہیں اڑ سکتا۔

دوسرا: اس سے عام مراد لیا گیا ہو، جو کہ ادراک ثبوت اور اس کی نفی ہے یوں احکام عقلیہ، حسیہ اور عرفیہ بھی شامل ہوں گے۔

یوں حد بھی غیر مانع ہو گی، کیونکہ وہ اجتہاد کی تعریف عرف شرعی سے کرتے ہیں، اور وہ صرف احکام شرعی میں ہوتی ہے، بلکہ اجتہاد المعرف تمام شرعی احکام کا بھی احاطہ نہیں کرتا، اور فقہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے، یہی مراد اصولیین کی ہے جب وہ اپنی کتابوں میں اجتہاد کی تعریف کرتے ہیں۔

البتہ امام شاطبی ؒ کی اجتہاد کی تعریف سے موافقت اس بات کی متقاضی ہے کہ امام شاطبی ؒ کی تعریف کے ہر ہر لفظ کو پیش کیا جائے پھر اصولیین کی تعریفوں کے ساتھ اسکا مقارنہ کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس نے شاطبی ؒ سے موافقت کی اور کس نے استفادہ کیا، یہ بات واضح رہے کہ ہمارے بس میں نہیں کہ ہم سارے اصولیین کی تمام تعریفوں کے ساتھ مقارنہ کریں، کیونکہ اس کا لفظی فائدہ ہو گا اس لیے اس سے باز رہنا ہی درست بات ہے، اس لیے بغیر کسی طوالت کے مقام کی مناسبت سے ذکر کریں گے، اس کے بعد ان تعریفوں کا خلاصہ بیان کریں گے جو اصولیین کی اصطلاح میں اجتہاد کے لیے مناسب ہیں، اب ہم وہ موافقات ذکر کرتے ہیں جو امام شاطبی ؒ کی تعریف کے الفاظ سے ہوتے ہیں:

پہلا: فیما ہو کالجنس، امام شاطبی ؒ فرماتے ہیں: "**فيما هو كالجنس في التعريف: استفراغ الوسع.**"

اس تعریف کے ابتدائی الفاظ سے امام الرازی نے موافقت کی ہے، وہ اجتہاد کی تعریف یوں کرتے ہیں: **استفراغ الوسع فيمالا يلحقه فيه لوم مع استفراغ الوسع فيه**[26]، اسی کی متابعت السراج الارموی[27]، الصفی الہندی[28] نے کی، القرافی نے اس کا اختصار کیا، وہ فرماتے ہیں: "**استفراغ الوسع في النظر فيما يلحقه لوم شرعي**"۔[29]

اجتہاد کے ارکان

ارکان رکن کی جمع ہے، یہ کسی چیز کے مضبوط پہلو کی طرف دلالت کرتی ہے، کسی چیز کا رکن اس کا مضبوط حصہ ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے، وھویاوی الی رکن شدید یعنی اس نے عزت و مرتبت کے لیے جدوجہد کی۔[30]

اصطلاح میں رکن کہتے ہیں جس کے سہارے اس چیز کا وجود قائم ہو،[31] یا ایسا جزء جو اس کی حقیقی ماہیت میں شامل ہو۔[32]

ارکان اجتہاد کہتے ہیں جن کے ذریعے اجتہاد کا عمل کیا سرانجام دیا جائے، یا اجتہادی عمل کے ایسے اجزاء جن کے بغیر اجتہاد نہیں ہو سکتا۔

امام شاطبیؒ کی رائے:

امام شاطبی ؒ کا ارکان اجتہاد سے متعلق کوئی واضح کلام موجود نہیں ہے، البتہ ان کے کلام سے ان کی رائے کا استنباط کیا جاسکتا ہے کہ وہ جن چیزوں کو اجتہاد کا رکن سمجھتے تھے۔

پہلا: مجتہد، یہ اجتہاد کا بنیادی رکن ہے، اسی لیے امام شاطبی ؒ اجتہاد کے لیے اس کی رکنیت ضروری سمجھتے ہیں، یہ امام شاطبی ؒ کے اس قول سے ماخوذ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: "درجہ اجتہاد اسے حاصل ہوتا ہے جس میں یہ دو وصف پائیں جائیں، پہلا: مقاصد شریعت کا فہم کمال درجہ کا رکھتا ہو، دوسرا: اپنے فہم کی بنیاد پر اس سے مسائل کا استنباط کر سکتا ہو۔"[33]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد اجتہاد کے ارکان میں سے رکن ہے، جبکہ یہ شروط ارکان کو مکمل کرنے کے لیے ہیں۔

اسی لیے یہ شروط مجتہد کے اندر تلاش کی جائیں گی، امام شاطبی ؒ کی اجتہاد کی تعریف سے یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ ان

کے نزدیک تحصیل علم میں استفراغ الوسع یا الظن بالحکم[34] ضروری ہے، جبکہ استفراغ الوسع کے لیے مستقرغ کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے، امام شاطبی ؒ نے اپنے فہم کی وجہ سے اس کے سیاق سے اعراض نہیں کیا، اس لیے کہ استفراغ بھی لازم ہے، جب تعریف ماہیت اجتہاد پر مشتمل تھی اور ارکان ماہیت کے جزء ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد جو کہ مستقرغ للوسع ہے وہ اجتہاد کا رکن ہے، اسی طرح یہ تعریف اجتہاد کے دوسرے رکن کی طرف اشارہ بھی کر رہی ہے جو کہ مجتہد فیہ ہے، امام شاطبی ؒ کے قول: "فی تحصیل العلم او الظن بالحکم" سے یہ لازم آتا ہے کہ استفراغ الوسع امر مجتہد فیہ میں ہونا چاہیے۔

امام شاطبی ؒ کی رائے جس میں مجتہد اور مجتہد فیہ کو اجتہاد کا رکن بنایا گیا ہے، اس سے موافقت کرتے ہوئے، مالکیہ سے العبدری[35] اور العضد[36]، الزرکشی نے ابن سبکی کے کلام سے لیا اور اس کا اقرار کیا[37]، امام بخاری[38] اور الاسنوی[39] کے کلام سے بھی یہی سمجھ آتی ہے، تفتازانی اس کے پیچھے نہیں چلے۔[40]

عامۃ الاصولیین کے کلام میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے جس سے مراد واضح ہو، اگرچہ بعض حضرات کی تعریفات اور کلام سے اس رائے کی موافقت ہوتی ہے، لیکن پھر بھی وہ صریح نہیں ہیں۔

امام شاطبی ؒ نے اپنی رائے میں امام غزالی کی مخالفت کی ہے، انھوں نے اجتہاد کے تین ارکان بنائے تھے، وہ فرماتے ہیں: "اجتہاد کے تین ارکان ہیں: المجتہد، المجتہد فیہ، نفس الاجتہاد"۔[41] نفس الاجتہاد سے مراد اپنی وسعت کا صحیح استعمال کرنا ہے، ابن رشد الحفید[42] نے اسی کی متابعت کی ہے، اسی طرح زرکشی نے البحر المحیط میں یہی لکھا ہے۔[43] بعض متاخرین کے نزدیک یہ ارکان چار ہیں: "المجتہد، المجتہد فیہ، الاجتہاد، الادلۃ۔"[44]

خلاصۂ کلام

جو چیز دین اسلام کو تر و تازہ رکھتی ہے اور شریعتِ اسلامی کو پیش آنے والے نئے نئے مسائل کے حل کے قابل بناتی ہے وہ اجتہاد ہے۔ اجتہاد حق تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے مطلوب کے حصول اور مکلّف کو اس کی خواہشاتِ نفس سے نکال کر ہدایتِ رحمانی اور مقاصدِ شرعی کی طرف پہنچانے اور اس کو اللہ کا اختیاری بندہ بنانے کا اہم وسیلہ ہے۔ امام شاطبی ؒ نے اللہ کے احکام کی تنزیل کی حکمت و اہمیت پر واقعتاً متنبہ کیا اور پھر ان اہم علوم کی طرف اشارہ کیا جن کی اس مقصد کے لیے ایک فقیہ کو ضرورت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 وسیلہ کا مطلب ذریعہ ہے، یعنی وہ علوم جو دوسرے علوم کو سمجھنے کے لیے وسیلہ سمجھے جاتے ہیں، جیسا کہ اصول الفقہ کے قواعد فقہ کو سمجھنے کے لیے وسیلہ ہیں۔

2 امام سیوطی کی اس مسئلے پر مستقل کتاب ہے، انہوں نے دلائل کے ساتھ ہر زمانے میں اجتہاد اور تحقیق کرنا ثابت کیا ہے اور مخالفین کو جواب دیا ہے۔ کتاب کا نام: "الرد علی من اخلد الی الارض، وجهل ان الاجتهاد فی كل عصر فرض"۔

3 محمد خالد مسعود، ڈاکٹر، "امام ابو اسحاق شاطبی"، مشمولہ ششماہی فکر و نظر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، جلد ۲۸، ۲۹، شمارہ ۱، ۱۹۹۱، ۲ء

4 الموافقات، ۵/ ۵۱.

5 ابن فارس، احمد بن فارس بن زكريا، ابوالحسين، معجم مقاييس اللغة، بيروت: دار الفكر، ١٣٩٩ھ، 493/4. مادة فرغ.

6 معجم مقاييس اللغة، 109/6؛ الفيروز آبادي، محمد بن يعقوب الفيروز آبادي مجدد الدين، القاموس المحيط، مؤسسة الرسالة، ط: ٨، ٢٠٠٥ء، ص995؛ مادة وسع.

7 الرافعي، احمد بن محمد بن علي المقري الفيتومي، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، القاهرة: دار المعارف، ط: ۲، ص470؛ القاموس المحيط، ص1015؛ مادة فرغ.

8 ا ...: ایسے کلی کو کہتے ہیں جو مختلف حقیقتوں پر صادق آئے، حقیقت کسی کی چیز کی ماہیت ہوتی ہے، یہ بھی کہا گیا کہ جزءماہیت اسے کہتے ہیں جو ماہیت سے زیادہ عام ہو جو اس پر اور اس کے غیر پر صادق آئے جیسے حیوان یہ انسانی ماہیت کا جزء ہے کیونکہ ان کے نزدیک انسان حیوان اور ناطق کا مرکب ہے، چنانچہ حیوان جزءماہیت ہونے کی وجہ سے اس پر صادق ہے اور گھوڑے، خچر وغیرہ پر بھی۔التفتازاني، سعد الدين مسعود بن عمر، شرح التلويح علي التوضيح، القاهرة: مكتبة صبيح، 18/1.

9 ابن امير حاج، شمس الدين محمد بن محمد بن محمد، ابو عبدالله، التقرير و التحبير، بيروت: دار الكتب العلمية، ط: ۲، ۱۴۰۳ھ، 291/3.

10 ابن النجار، محمد بن احمد بن عبدالعزيز الفتوحي الحنبلي، شرح الكوكب المنير، الرياض: وزارة الأوقاف السعودية، ط: ۱، ۱۴۱۳ھ، 458/4.

11 التقرير والتحبير، 291/3.

12 معجم مقاييس اللغة، 68/2؛ مادة حصل.

13 ايضاً، 162/4؛ المصباح المنير، ص427؛ القاموس المحيط، ص1471.

14 محمد العروسي عبدالقادر، الدكتور، المسائل المشتركه بين اصول الفقه واصول الدين، مكتبة الرشد ناشرون، ص35.

15 زهير، محمد ابو النور زهير، اصول الفقه، المكتبة الأزهية للتراث، 19/1.

16 البقرة۲: ۲۴۷.

17 فصلت۴۱: ۲۳.

18 الحاقة۶۹: ۲۰.

19 الجاثية۴۵: ۳۲.

20 معجم مقاييس اللغة، 462/3؛ المصباح المنير، 386ص؛ مادة ظن.

21 الشيرازي، ابراهيم بن علي بن يوسف، ابو اسحاق، اللمع في اصول الفقه، البحرين: مكتبة نظام يعقوبي الخاصة، ط: ۱، ۱۴۳۴ھ، ص۷۹.

22 ابن جزي الكلبي، تقريب الاصول إلى علم الأصول، المدينة المنورة، ط: ۲، ۱۴۲۳ھ، ص94.

23 معجم مقاييس اللغة، 91/2؛ القاموس المحيط، ص1415.

24 التوضيح وشرحه شرح التلويح، 18/1-22.

[25] محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد الاصفهاني، بيان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، مكة المكرمة: جامعة أم القرى، ط: ١، ١٤٠٦هـ، 325/1.

[26] الرازي، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التميمي، المحصول، مؤسسة الرسالة، ط: ٣، ص66.

[27] الارموي، سراج الدين محمود بن ابي بكر، التحصيل من المحصول، 2مؤسسة الرسالة، ط:١،١٤٠٨هـ، 281/٢.

[28] محمد بن عبدالرحيم الأرحوي الهندي، نهاية الوصول في دراية الأصول، بمكة المكرمة: المكتبة التجارية، 3785/8.

[29] القرافي، احمد بن ادريس شهاب الدين، ابو العباس، شرح تنقيح الفصول في اختصار المحصول في الأصول، بيروت: دار الفكر، ١٤٢٤هـ، ص429.

[30] معجم مقاييس اللغة، 430/2. القاموس المحيط، ص155.

[31] عبيد الله بن مسعود المحبوبي البخاري، تنقيح الأصول في علم الأصول، مصر: المطبعة المحمودية التجارية بالازهر، ١٣٥٦هـ، 273/2.

[32] عبدالعزيز بن احمد بن محمد علاء الدين البخاري الحنفي، كشف الأسرار شرح اصول البزدوي، دار الكتاب الإسلامي، 611/3.

[33] الموافقات، 42/5،41.

[34] الموافقات، /52/5.

[35] الزركشي، محمد بن بهادر بن عبدالله، بدر الدين، البحر المحيط في أصول الفقه، مكتبة السنة، ١٤٣٥هـ، 198/6.

[36] الإيجي، عثمان بن عمر بن ابي بكر جمال الدين ابن الحاجب المالكي، شرح العضد على مختصر المنتهى الأصولي، بيروت: دار الكتب العلمية، 290/2.

[37] ايضاً، 290/2.

[38] الزركشي، محمد بن جمال بدر الدين، ابو عبدالله، تشنيف المسامع بجمع الجوامع، مكتبة قرطبهة، ١٤١٨هـ، 564/4.

[39] كشف الاسرار، 26/4.

[40] الإسنوي، جمال الدين عبدالرحيم بن الحسن، نهاية السول شرح منهاج الوصول إلى علم الأصول، بيروت: دار الكتب العلمية، 528/4.

[41] الغزالي، محمد بن محمد، ابو حامد، المستصفى في علم الأصول، شركة المدينة المنورة للطباعة، 350/2.

[42] ابن رشد الحفيد، محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبي، الضروري في اصول الفقه أو مختصر المستصفى، تونس: دار العرب الإسلامي، ص137.

[43] البحر المحيط، 195/6.

[44] نادية شريف العمري، الاجتهاد في الإسلام، مؤسسة الرسالة، ط:٢، ١٤٠٤ھ، ص٥١.